حیاتِ عرفی شیرازی کا ایک تنقیدی مطالعہ

از جناب ڈاکٹر محمد ولی الحق صاحب انصاری بی اے آنرز، ایم اے، ایل ایل بی،
پی ایچ ڈی، لیکچرر، لکھنؤ یونیورسٹی

(۱)

عرفی شیرازی (متوفی ۹۹۹ھ) کے حالات زندگی دسویں صدی ہجری کے آخری برسوں سے لیکر موجودہ زمانہ تک لکھے جانیوالے قریب قریب ہراہم تذکرہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے معاصرین اوران تذکرہ نگاروں نے جنھوں نے اپنی تصانیف عرفی کے انتقال کے کچھ ہی زمانہ بعد مکمل کیں، اسکی زندگی سے متعلق حالات جو اپنے مشاہدے کی بنیاد پر یا اس سے قریبی تعلقات رکھنے والوں سے معلوم کرکے لکھے اور بظاہر ان حالات میں عرفی کی زندگی کے متعلق کم از کم ان ابتدائی تذکرہ نگاروں میں تو اختلاف نہ ہونا چاہئے تھا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور ابتدائی تذکرہ نویسوں میں ہی حیات عرفی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق بہت کافی اختلافات ہیں جس کی وجہ سے عرفی کی زندگی، اسکی شاعری خیالات اور کردار کے متعلق کچھ نہایت ہی لغو داستانیں مشہور ہوگئی ہیں۔ بعد کے تذکرہ نگاروں نے معاصرین عرفی یا اس کے عہد سے قریب ترین زمانہ میں گزرے ہوئے تذکرہ نگاروں کے بیانات کو اپنا ماخذ بنایا لیکن ان میں سے بیشتر نے ان کے بیانات پر غور کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اور اپنے پیشروؤں کی عبارت کو نقل کردینا ہی کافی سمجھا۔ زمانہ مابعد کے کچھ تذکرہ نگار ایسے بھی ہیں جنھوں نے حالات عرفی لکھنے کے سلسلہ میں مجرمانہ کوتاہیاں بھی کی ہیں اور انھوں نے بغیر کسی حوالہ یا ثبوت کے محض زیب داستاں کے لئے عرفی کے حالات زندگی میں بہت کچھ ایسی باتوں کا اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے جنکا نہ تو معاصرین عرفی کی تصانیف میں ذکر ہے اور نہ ان باتوں کا پتہ کلام عرفی کے مطالعہ سے چلتا ہے۔ ان حالات میں عرفی کے حالات زندگی اور اس کے کردار کا صحیح مطالعہ کرنے کے لئے کسی بھی ایک تذکرہ پر خواہ

وہ کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو بھروسہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ ضروری ہے کہ اس کی زندگی کے مختلف پہلو تذکرہ نگاروں کے بیانوں کے ساتھ ہی ساتھ خود کلامِ عرفی کی روشنی میں جانچا اور سمجھا جائے۔

حیاتِ عرفی سے متعلق جن کتب تواریخ یا تذکروں میں ذکر ہے اور جو اس سلسلہ میں راقم سے گزر چکے ہیں ان کی تعداد نصف صد سے بھی زائد ہے۔ ان میں حسبِ ذیل تصانیف عر سے قریب تر ہونے کی وجہ سے بہت اہم ہیں اور زیادہ تر یہی عہد مابعد کے تذکرہ نگاروں کے

۱۔ نفائس المآثر۔ یہ تذکرہ اکبر کے استاد میر عبداللطیف قزوینی کے برادر خوردمیر کی تصنیف ہے جس کی ابتدا ۹۷۳ھ (مطابق ۶۶-۱۵۶۵ء) میں ہوئی اور اختتام ۹۸۲ھ (مطابق اگرچہ اس میں بعد میں مصنف نے ۹۹۶ھ تک کے حالات کا اضافہ کیا ہے۔ عرفی کے حالات کو قلم فرسائی کی کافی گنجائش تھی لیکن انھوں نے اس سلسلہ میں صرف چند سطور لکھنے پر اکتفا اپنی تصنیف کردہ عرفی کی تاریخ وفات کا بھی اس میں اضافہ نہیں کیا۔[1] کامی کے بیان سے عرفی پر کوئی خاص روشنی نہیں پڑتی لیکن اس سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ خود عرفی کی زندگی ہی میں میں عرفی کے کلام کو بے نظیر سمجھا جاتا تھا جیسا کہ علاء الدولہ نے لکھا ہے کہ ...... وحالا کہ شہو تسعین وتسعمائہ ہجری ست درسلک ہم صحبتان جالینوس الزمانی مقرب حضرت الخاقانی حکیم ابوالفتح وارد وہمیشہ سخنانِ بے نظیر از وسر می زند و پنج کتاب ہم جو خمسہ نظامی بنیاد کردہ میگوید وسہ کتاب ا ونیکو گفتہ ......"[2]

۲۔ طبقاتِ اکبری۔ عہد اکبری میں لکھی جانے والی کتب تواریخ میں سے ایک نہایت اہم جسے خواجہ نظام الدین احمد نے ۱۰۰۱ھ (مطابق ۹۳-۱۵۹۲ء) میں شروع کیا اور ایک سال کی مدت میں ختم انتظامی حالات کے علاوہ نظام الدین نے کچھ شعرا کے حالات بھی اپنی تصنیف میں لکھے ہیں لیکن

---

[1] عبدالنبی فخر الزمانی کے بیان کے مطابق علاء الدولہ کامی نے عرفی کے انتقال کی حسب ذیل تاریخ وفات کہی تھی۔

افسوس کہ زود عرفی از عالم رفت ! نادیدہ بکام دیبی از عالم رفت
چوں معنے محض بود از آں گفت خرد تاریخ وفات "معنے از عالم رفت"

(میخانہ (طہران ایڈیشن) صفحہ ۲۲۱)

[2] نفائس المآثر، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

حالات میں صرف چند سطور لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں یہ چند سطریں بھی عرفی کے کردار اور موت کے متعلق اختلافات کے سلسلہ میں نہایت اہم ہیں۔ عبدالنبی فخرالزمانی کے بیان کے مطابق نظام الدین ان چند لوگوں میں سے تھے جنہوں نے عرفی سے اسکے بستر مرگ پر ملاقات کی تھی [1] اور انہیں اکبر نے عرفی کی خیریت دریافت کرنے کے لئے اس وقت بھیجا تھا جب وہ موت کی کشمکش میں مبتلا ہو کر اپنے ہوش و حواس کھو چکا تھا اور اسکی زبان پر کلمات لایعنی جاری تھے۔ نظام الدین کے لئے بھی حالات عرفی پر بہت کچھ لکھنے کی گنجائش تھی لیکن انھوں نے صرف حسب ذیل چند جملے لکھے [2] پھر بھی ان کے یہی چند جملے عرفی کی موت کے متعلق قیاس آرائیوں کا ازالہ کرتے ہیں۔ . . "جوانے بود، صاحب فطرت وفہم عالی داشت واقسام شعر نیکو گفتے اما از بس عجب ونخوت پیدا کردہ بود تا از دلہا افتاد و بہ پیری نرسید و در عنفوان جوانی بہ مرض اسہال درگذشت . . . "

۳۔ اکبر نامہ۔ (معہ آئین اکبری) ابوالفضل علامی کی یہ تصنیف محتاج تعارف نہیں ہے۔ یہ عہد اکبری کے واقعات پر سب سے اہم کتاب ہے جو سنہ میں مکمل ہوئی۔ سیاسی، انتظامی اور دوسری باتوں کے علاوہ ابوالفضل نے اپنی اس تصنیف میں شعراء معاصرین کا بھی ذکر کیا ہے۔ ابوالفضل نہ صرف عرفی کا معاصر تھا بلکہ اس کا بھائی فیضی پہلا شخص تھا جس کے پاس فتحپور سیکری میں عرفی دکن سے آکر قیام پذیر ہوا اور کچھ عرصہ تک یہ دونوں شاعر ساتھ ہی رہے۔ ابوالفضل کو بھی عرفی کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا لیکن اس نے بھی اپنی تصانیف میں عرفی کے متعلق محض چند سطریں لکھیں چنانچہ آئین اکبری میں رقمطراز ہے [3] کہ "شایستگی از ناصیہ گفتار او می تابید وفیض پذیری از سخن او پیدا۔ از کوتاہ بینی در خود نگریست و در باستانیاں زبان طعن کشود غنچہ استعداد او نشگفتہ پژمرد" اور اکبر نامہ میں بھی محض اتنا ہی لکھتا ہے [4] کہ . . . "بہیزدہم عرفی شیرازی رخت ہستی بربست

---

[1] عبدالنبی فخرالزمانی کی عبارت حسب ذیل ہے: "روز سے از روز ہا آنوزارت پناہ عزت و معالی دستگاہ مرزا نظام قزوینی کہ بخشی و دیوان دار العیش کشمیر بود شنیدم کہ گفت: وقتے کہ خبر بیماری عرفی بہ سمع مبارک جم دجاہ، انجم سپاہ، جلال الدین اکبر بادشاہ رسید بہ من حکم فرمود تا من بیا لیں او رفتہ از احوالش اطلاع یابم وحقیقت مردن و زیستن او را بعد از ملاحظہ بعرض رسانم۔ چون نزدیک او شدم دیدم کہ کار بیعد دشوار شدہ ونفسش بشمار افتادہ۔ پرسیدم کہ چہ حال داری۔ جواب داد کہ دو شش بشش و پنج۔ ہر چہ از و پرسیدم ہمیں جواب گفت ......" (بحوالہ میخانہ، طبع لاہور، حالات عرفی، ۱۸۰)

[2] طبقات اکبری (مطبوعہ) جلد دوم صفحہ ۳۹۵ [3] آئین اکبری (مطبوعہ مطبع اسماعیل، دہلی، صفحہ ۱۹۶)

[4] اکبر نامہ (مطبوعہ نولکشور پریس)، جلد سوم صفحہ ۶۲۴ واکبر نامہ جلد سوم مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۵۹۵

درے از سخن سرائی بکشودہ بودند۔ اگر در خود نگریستے و زندگانی را بہ شائستگی سپردے و زمانہ لختے فرصت دادے کار او بلند... شدے» اکبر نامہ و آئین اکبری کی یہ چند سطور بھی بہت اہم ہیں اس لئے کہ عرفی کے کردار کا ایک رخ یعنی اسکا عجب و غرور جس کی طرف ان سطور میں اشارہ ہے محتاجِ بحث ہے اور عرفی کے کلام سے اس عجب و غرور کے کچھ دوسرے ہی معنی سمجھ میں آتے ہیں اسی طرح "در باستانیاں زبان طنز کشود" جس کی تکرار عہد بعد کے بہت سے تذکرہ نگاروں نے کی ہے، بھی ایک غور طلب بات ہے جس پر آئندہ سطور میں بحث کی جائیگی۔

۴۔ ہفت اقلیم۔ امین ابن احمد رازی کا یہ تذکرہ جو تقریباً ۱۵۶۰ شعراء، وعلماء و صوفیائے کرام کے حالات پر مشتمل ہے ۱۰۰۲ھ (مطابق ۹۴-۱۵۹۳ء) میں یعنی عرفی کے انتقال کے صرف تین سال بعد ہندوستان ہی میں مکمل ہوا اسکا مصنف اعتماد الدولہ غیاث بیگ کا عزیز خاص تھا اور اسے دربار مغلیہ اور اس سے منسلک شعرا کے حالات جاننے کا کافی موقع تھا۔ امین رازی نے عرفی کی ہندوستان میں آمد، اس کے ابتدائی سرپرستوں اور اس کی موت کے متعلق اہم باتیں لکھی ہیں جنھیں عرفی کے حالات زندگی مرتب کرنے میں کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ پہلا مصنف ہے جس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفی سمندر کے راستہ ہندوستان آیا اور یہ کہ محض خان خاناں یا اکبر کی شہرت اسے ہندوستان نہیں لائی جیسا کہ کچھ دوسرے تذکرہ نگاروں نے بیان کیا ہے۔ ابین رازی نے بھی عرفی کے حالات میں اختصار سے کام لیا ہے لیکن اس کے اس مختصر بیان کے حسب ذیل اقتباس کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کئے جا سکتے: "مولانا عرفی شاعر شہد کلام شیریں سخن بود و تکلمش عذوبت سلسبیل و ترشحش خاصیت فرات و نیل دارد .... و او ابتدا از بندر جرون بدکن وارد شدہ دراں ولایت او را ترقی چنانکہ باید دست نداد.... مسیح الدین حکیم ابو الفتح در نقطۂ اول بحقیقتش آنہا یافتہ بہ تربیتش پرداخت و بتدریج ریاض احوالش از التفات حکمت پناہی نضارت یافتہ بساحری و رشاعری نام برآورد و چوں شجر اقبال حکیم مذکور بحرف فنا برکندہ شد، سپہ سالار عبد الرحیم خان خاناں در استرضائے او کوشیدہ شہرتش بیش گشت و در آن اثنا احوالش مسموع باریافتگان حضرت شاہنشاہی گردید در سلک بندگان خاص انتظام یافت و بعد از چند روز بمرض اسہال نقش حیاتش از صفحۂ روزگار شستہ شد......" [۱]

---

[۱] ہفت اقلیم۔ الاقلیم الثالث، ذکر عرفی شیرازی از صفحات ۱۴۸ تا ۱۵۲۔

۵۔ منتخب التواریخ ۔ ملا عبد القادر بدایونی کی نہایت اہم تصنیف ہے جسے انھوں نے ۱۰۰۴ھ (مطابق ۹۶-۱۵۹۵ء) میں مکمل کیا۔ اس کتاب کی افادیت اس وجہ سے اور بڑھ جاتی ہے کہ ملا بدایونی نے اسکی تیسری جلد کو محض علماء و فضلاء و شعراء کے حالات کے لئے مخصوص کردیا۔ شعراء کے حالات میں اگرچہ انھوں نے نفائس المآثر اور طبقات اکبری سے استفادہ کیا ہے لیکن عرفیؔ کے متعلق ان کا بیان ذاتی اطلاعات پر مبنی ہے۔ ملا عبد القادرؔ کی خصوصیت ہے کہ وہ دوسروں کی کمزوریوں کو اچھالنے میں لطف لیتے ہیں۔ لیکن عرفیؔ کے سلسلہ میں ان کا رویہ کچھ مختلف ہے اور وہ اس کے مداحوں میں ہیں۔ عرفیؔ پر دوسرے تذکرہ نگاروں نے مختلف بہتان لگائے ہیں اگر ان کی کچھ بھی حقیقت ہوتی تو ملا عبد القادر بدایونی اس کا ذکر کرنے سے نہ چوکتے فیضیؔ اور عرفیؔ کے تعلقات اور عرفیؔ کی مقبولیت پر بھی ملا بدایونی نے روشنی ڈالی ہے۔ ملا صاحب کو بھی فتح پور سیکری میں عرفیؔ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا پھر بھی انھوں نے اس کے ذکر میں صرف چند سطور تحریر کیں لیکن ان سطور کے حسب ذیل اقتباس بہت اہم ہیں:-

"جوانے بود صاحب فطرت عالی و فہم درست و اقسام شعر نیکو گفتے اما از بس عجب و نخوت کہ پیدا کردہ از دلہا افتاد و بہ پیری نہ رسید۔ اول از ولایت بہ فتح پور رسید۔ بیشتر از ہمہ بہ شیخ فیضی آشنا ست والحق شیخ ہم با او خوب پیش آمد و دریں سفر اخیر تا قریب اٹک در منزل شیخ می بود و مایحتاج اللہ از وے بہم می رسید آخر بنا بر نفع قدیم شیخ کہ بہر کس ہفتہ دوست بود در میانہ شکر آبہا افتاد و او بہ حکیم ابو الفتح ربطے پیدا کرد و از آنجا بتقریب سفارش حکیم بخان خاناں مرتبط شد و روز بروز او را ہم در شعر و ہم در اعتبار ترقی عظیم روئے داد . . . . . او و حسین ثنائی از شعر عجب طالعے دارند کہ ہیچ کوچہ و بازار نیست کہ کتاب فروشاں دیوان ہر دو کس را در سرراہ گرفتہ نایستند و عراقیان و ہندوستانیان نیز بہ تبرک می خرند"[1] عہد مابعد کے تذکرہ نگاروں میں سے زیادہ تر نے اپنے بیان ملا بدایونی کی عبارت سے اخذ کئے ہیں۔

۶۔ بزم آرا ۔ علی بن محمود الحسینی کی تصنیف ہے جو ۱۰۰۰ھ (مطابق ۹۲-۱۵۹۱ء) یعنی عرفیؔ کے انتقال کے صرف ایک سال بعد مکمل ہوئی۔ شعراء ماضی و معاصرین کے کلام کے انتخاب کے علاوہ اپنی اس تصنیف میں علی محمود نے شعرا کے حالات زندگی بھی تحریر کئے۔ اگرچہ اس تصنیف کا کوئی نسخہ راقم الحروف کی نظر سے

---

[1] منتخب التواریخ (مطبوعہ) جلد سوم، صفحہ ۲۸۵ ۔

نہیں گذرا لیکن فہرست مخطوطات فارسی عجائب خانہ برطانیہ (Catalogue of the Persian Manuscripts in British Museum) کی جلد اضافی (Supplementary Volume) کے صفحہ ۲۴ پر ریو (Rieu) کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ علی بن محمود نے عرفی کا بھی ذکر کیا ہے۔ ریو کے بیان سے کم از کم یہ چیز طے ہو جاتی ہے کہ علی بن محمود کے بیان کے مطابق عرفی کا انتقال ۱۰۰۰ھ سے قبل ہوا۔

۷۔ نتائج الشعراء۔ موہن رلائے مسرت نے شرح قصائد عرفی میں عرفی کے حالات زندگی کے سلسلہ میں عبدالرحیم کلامی کی اس تصنیف کا ذکر کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں[۱] ... "اگرچہ در کتب تواریخ و اکثر تذکرۃ الشعرا مفصل شرف اندراج پذیرفتہ است چنانچہ شیخ ابوالفضل علامی در آئین اکبری دفتر سوم و عبدالقادر بدایونی در منتخب التواریخ و عبدالرحیم کلامی در نتائج الشعرا کہ ہر یکے ازیں ہا مولانا را دیدہ و دریافتہ بہرہ افروز گذاشتہ بیانی شدہ اند لیکن بہ مناسب مقام و رسم آئین کلام دریں نسخہ ہم بہ طریق اعجاز و اختصار جلوہ آرائی نگار می شود ...." مسرت کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ عبدالرحیم کلامی عرفی شیرازی کا ہم عصر تھا اور اس نے عرفی کی حیات کے متعلق حالات بھی لکھے تھے لیکن افسوس ہے کہ یہ تصنیف آج ناپید ہے ورنہ ممکن تھا حالات عرفی کے سلسلہ میں اس سے بھی کچھ اہم باتیں معلوم ہوتیں۔

۸۔ روضۃ الطاہرین۔ طاہر محمد عماد الدین حسن سبزواری کی تصنیف ہے جسے انھوں نے ۱۰۱۱ھ (مطابق ۱۶۰۲ء) میں مکمل کیا۔ طاہر عماد الدین بھی عرفی کے معاصر تھے لیکن اپنی تصنیف میں انھوں نے عرفی کے صرف چند اشعار بطور نمونہ لکھے ہیں اور حیات عرفی کے سلسلہ میں وہ بالکل خاموش ہیں[۲]

۹۔ تذکرہ مجمع الخواص۔ شاہ عباس صفوی کے کتابدار صادقی افشار کی ترکی چغتائی زبان کی تصنیف ہے جو ۱۰۱۶ھ (مطابق ۱۶۰۷ء) میں یعنی عرفی کے انتقال کے صرف پندرہ سال بعد مکمل ہوئی۔ صادقی افشار اگرچہ ہندوستان نہیں آیا پھر بھی عرفی کی ایران کی زندگی کے متعلق حالات (جو آج تک پردۂ اخفا میں ہیں) بیان کرنے کا موقع تھا لیکن دوسرے تذکرہ نگاروں کی طرح صادقی نے بھی صرف چند سطریں لکھی ہیں جو اگرچہ کسی خاص اہمیت کی حامل نہیں ہیں لیکن ان سے یہ ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ خود عرفی کی زندگی

---

[۱] شرح قصائد عرفی (مخطوطہ پروفیسر مسعود حسن صاحب) دیباچہ [۲] روضۃ الطاہرین، جلد دوم (مخطوطہ خدا بخش لائبریری، بانکی پور)۔

ین ترکی زبان کے مصنفین کو بھی عرفی کے بلند پایہ شاعر ہونے کا اعتراف تھا جیسا کہ صادق عرفی کے ذکر میں نامہ ہے کہ "از شیراز ست و طبع خوبی دارد، در ہر فن بے نظیر است. بعض از اسرار شیخ نظامی جواب گفتہ ن پیش از آنکہ بہ انجام رساند وفات یافتہ است. در اواخر عمر بہ ہندوستان رفتہ مدتے در آنجا ماند قبت در لاہور وفات یافت. دیوان کاملے دارد و جملہ اہل نظم اشعار غریب وی را پسندیدہ اند......"

۱۰ - درج النفائس۔ شیخ منور بن عبدالکریم عباسی کی عہد اکبری کی تصنیف ہے۔ اس کا مصنف بھی عرفی کا ہمعصر ہے اس نے بھی ۹۹۹ھ کے حالات لکھتے ہوئے اس سنہ میں عرفی کی موت کا ذکر کیا ہے لیکن حیات عرفی کے متعلق موش ہے۔

۱۱ - خلاصۃ الاشعار۔ عرفی کے حالات زندگی پر چند سب سے اہم تذکروں میں تقی الدین کاشانی کی تصنیف خلاصۃ الاشعار ممتاز ہے۔ تقی کاشی نے اسے ۹۸۵ھ (مطابق ۱۵۷۷ء) میں لکھنے کے بعد ۹۹۳ھ (مطابق ۱۵۸۵ء) بں ایک خاتمہ لکھ کر مکمل کیا۔ اس کے بعد اس نے ۱۰۱۶ھ (مطابق ۱۶۰۷ء) میں اپنی اس تصنیف پر نظر ثانی کی اور اس میں اس نے مختلف شعرا کے کلام کو جنھیں خود ان شعرا نے اسے بھیجا تھا شامل کر کے بہت اہم بنا دیا۔ عرفی شیرازی کے متعلق تقی کاشی کے بیانات نہایت اہم ہیں وہ ہی پہلا تذکرہ نگار ہے جس نے ایران میں عرفی کی شاعری کے متعلق ہمیں اطلاع فراہم کی ہے اور اس کے ہندوستان آنے کے سنہ کے متعلق اور اسکے قیام دکن کے متعلق بھی دوسرے تذکرہ نگاروں کے بہ نسبت حالات زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں۔ عرفی کی فطرت اور اس کے کلام پر بھی تقی کاشی نے بحث کی ہے۔ تقی کاشی کے بیانات کو دوسرے تذکرہ نگاروں پر اس وجہ سے بھی فوقیت حاصل ہے کہ اگرچہ خود اس کی عرفی سے ملاقات ہونا ثابت نہیں ہے پھر بھی اس کی عرفی سے خط و کتابت یقیناً رہی جس کا ثبوت یہ ہے کہ عرفی نے خود اپنے قصائد و غزلیات انتخاب کر کے تقی کاشی کو خلاصۃ الاشعار میں شامل کرنے کے لئے بھیجے۔ اس کے باوجود تقی کاشی نے بھی حالات عرفی کے ذکر میں کچھ غلطیاں کی ہیں جن پر آئندہ بحث کی جائیگی۔ عرفی کے حالات کے سلسلہ میں تقی کاشی کی عبارات کے حسب ذیل اقتباس نہایت اہم ہیں[2]

---

[1] مجمع الخواص، مطبوعہ تبریز در ۱۳۲۷ھ شمسی۔

[2] خلاصۃ الاشعار، مخطوطہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ ص ۲۸۲۔

• مولانا عرفی۔ نہایت خوشگو و لطیف طبع و درست سلیقہ است و از اقران مولانا غیرتی و قیدی و قدری شیرازیست بلکہ بہ صفائے ذہن سلیم و ذکائے طبع مستقیم از سائر شعرائے فارس و عراق امتیاز تمام دارد و گاہے بگفتن قصیدہ نیز مبادرت می نماید و دراں وادی معانی خوب و ابیات مرغوب و بلند از گنجینہ خاطر بہ عرصۂ ظہور می آرد۔ در اوائل حال شاعری در شیراز کہ موطن آں جناب است ساکن بودے و با شعراء و مستعدان آں دیار مباحثہ و مناظرہ می نمودے تا آنکہ او را بر قوانین شعر اطلاع تمام پیدا شد...... در شہور سنہ ۹۹۲ھ او از فارس از راہ دریا بجانب ہند خرامیدہ و مدتے در احمد نگر رحل اقامت انداختہ دراں دیار مسکن گزیدہ۔ مردم آں دیار چوں استعداد و قدرت وے را در شاعری دانستند لوازم تعظیم و تکریم بجائے آوردند و دراں اوقات اشعار خوب از قصیدہ و غزل در سلک نظم ترتیب نمود و فضل شاعری خود را بر اقران و اکفاش مولانا ظہوری ملک قمی و دیگر شعرائے آں نواحی ظاہر فرمود و در تمامی اسالیب نظم معانی غریبہ و افکار عجیبہ خصوصاً در قصیدہ و غزل و رباعی و مثنوی بر لوح اعتبار منقوش ساخت و بسیاری از معانی و مضامین کہ از شعرائے متقدمین و متاخرین مکتوم ماندہ بود قلم عنایت سبحانی بر صحیفہ ضمیرش نگاشت و بے شائبہ اغراق و مبالغہ حقائق غزلیاتش بمثابہ بر صفحات خواطر عالی نقش بستہ کہ اشعار موزونان فارس و عراق جز در کاشانہ نسیان بودن وجہے ندارد و دقائق ابیات قصائدش بہ مرتبہ بر السنہ خاص و عام افتادہ کہ منظومات و افکار اہل خراسان و ماوراء النہر را باز... (کذا) جز در زاویہ خمول و انزوا مناسبت دیگر نیست.... و بنیہ ایں دعوی چندیں قصیدہ و غزلست کہ دریں اوقات بدایں جانب ارسال داشتہ و بواسطہ تزئین ایں خلاصہ داخل ایں اوراق گشتہ و الحق از آں اشعار کمال شاعری و حالت عاشقی ظاہر [illegible] و از آں طرز سخن نہایت فصاحت و پختگی مبین می گردد چنانکہ تواں گفت از ہیچ شاعرے وا نماندہ.....

اما ستم ظریفان ایں زمان و حسودان ایں دورہ ایں معنی را قبول ندارند و ایں توصیف را حمل بر اعتقاد غیر واقع می نمایند و لیکن از اشعارش کہ دریں خلاصہ ثبت صدق ایں مدعا ظہور می یابد و حاجت بنیہ عذر دیگر ندارد۔ جماعتے کہ وے را دیدہ اند و صحبت او رسیدہ بگویند مردے خوش طبع و ظرافت دوست بود و باوجود خود رائی و اشعریت با مستعدان و شعرائے زمان در حین ملاقات دقیقہ از دقائق خوش طبعی فرو گذاشت نمی نمود و لطائفے کہ میان او و شعرائے دیار ہند خصوصاً شیخ ابو الفیض فیضی و دیگر کساں گذشتہ درمیان خوش طبعان مشہور

ت . . . . . اما مولانا عرفی چوں از دکن بطرف لاہور شتافت دراں جا عزت بیش از وصف یافتہ رحل اقامت اخت گویند در شہور سنہ اثنین والف ہجریہ دراں ہند درگذشت ؎

۱۲۔ عرفاتِ عاشقین۔ عرفی کے معاصر تذکرہ نگاروں میں صرف تقی اوحدی کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اسے ان میں عرفی کا نہ صرف فیض صحبت حاصل ہوا بلکہ ان دونوں کا اتحاد اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ لوگوں کو اس پر رشک تا تھا ان حالات میں تقی اوحدی سے بہتر عرفی کی ابتدائی زندگی کے حالات لکھنے کا کسی دوسرے تذکرہ نگار کو موقع نہ ۔ لیکن عرفی کا دوست اور مداح ہونے کے باوجود تقی اوحدی نے عرفات عاشقین (مصنفہ ۱۰۲۲ھ مطابق ۱۶۱۳ء) میں عرفی کے حالات بہت ہی کم تحریر کئے ہیں لیکن اس نے جو کچھ بھی لکھا ہے صحیح ہے۔ اس سلسلے میں س کے بیان کے حسب ذیل اقتباسات اہم ہیں:-

. . . . . "مولانا جمال الدین عرفی شیرازی ابن جمال الدین سیدی ابن زین الدین علی بیوی بن ال الدین سیدی شیرازی مشہور بخواجہ جادر یافت شاعریست عالی مقام ساحرے سحر کلام گوہرے خجستہ مقام کہ مخترع طرزیست تازہ با ملاحت و فصاحت بے اندازہ وے در ولایت سخن حاکمیست صاحب تصرف ودر اقالیم بیان خسروی خالی از تکلف صیت بیانش عالمگیر است۔ پرتو ضمیرش خورشید تاثیر است سطر سطر سوادش سرمشق طبیعت متاخرین شدہ و فرد فرد، معانیش سرمایہ متکلمین۔ الحق شہرت و تازہ گوئی را بمنزلے رسیدہ کہ بالاتر ازاں ممکن نیست بصولجان (کذا) بلاغت گوئے توفیق از میدان بادشاہان عرصہ معانی و فارسان فراس فارسی ربودہ واکثر تازہ گویان تتبع روش وے می نمایند . . . . . وے در فیض صحبت شیخ فیضی و فتوح خدمت حکیم ابوالفتح و شرف خدمت شاہ جلال الدین اکبر و مداحی و ملازمت شاہ نورالدین جہانگیر ابن اکبر کہ در بدایت ملقب بہ شاہزادہ سلیم بود در رتبہ کمال و عظمت جلالش (کذا) موفور شدہ شہرت بیش از قیاس رسید و دہر زش (کذا) انزد دانا و کانا مطبوع شد خاص و عام از کودک و شعر فہم ہمساز کلام او چہ باجتہاد ذوق و چہ بتقلید محفوظ اند۔ اقسام سخن وے از قصیدہ و غزل و رباعی و قطعہ و مثنوی در غایت کمال است . . . . . راقم ایں مقال در عنفوان حال چوں در حیاۃ شانزدہ سالگی قدم وجود در نہادم از صفاہان کہ مولد و موطن اصلی ست متوجہ شیراز شدم کہ منزل آبا و اجداد

۵۰ عرفات عاشقین (مخطوطہ خدا بخش لائبریری، بانکی پور) اوراق ۵۰۲ و ۵۰۳

او بود و در آں جا بہ خدمت و صحبت مولانا عرفی رسیدم و پنج سال قبل از آنکہ وے متوجہ سفر ہند شود و اکثر اوقات در ملازمت ر وو شعرا . . . . . ورچند جا ذکر آں شدہ - اشعار بسیار از بابا فغانی وغیرہ طرح می شد و در آں اثنا میانہ وے و مولانا وحشی کہ در یزد بود مکالمات و مکاتبات و مباحثات غائبانہ واقع بود - دراں وقت سن وے تخمیناً بسر حد سی سالگی رسیدہ بود و اتحاد وے با محلص بسر حدے بود کہ اکثر شعرا در رشک بودند - وفات او در لاہور است و مرقدش آنجاست - دیگر حالات او از شہرت احتیاج بہ شرح ندارد و ما در صحبت بعضے از اعزہ بعد از وفات او اکثر اشعارش را در صفاہان وغیرہ مطرح ساختہ از قصیدہ و غزل گفتہ ایم چنانچہ در تذکرۃ العاشقین وتبصرۃ العارفین مذکور و مرقوم است . . . . . "

۱۳ - مآثر رحیمی - عبدالباقی نہاوندی کی یہ تصنیف جو ۱۰۲۵ھ (مطابق ۱۶۱۶ء) میں مکمل ہوئی تاریخ و سوانح نگاری کا مجموعہ ہے - تاریخ عام اور عبدالرحیم خاں خانان اور اس کے اجداد کے حالات کے علاوہ عبدالباقی نے اپنی اس تصنیف میں عبدالرحیم خان خانان کے دربار سے متعلق اور اس کے ہم عصر شعرا کے حالات بھی دوسرے تذکرہ نگاروں کے مقابلہ میں زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں - عرفی کے سلسلے میں عبدالباقی کے بیانات کی اہمیت اس لئے اور بڑھ جاتی ہے کہ وہ بھی اسی دربار سے منسلک تھا جس سے عرفی متعلق رہ چکا تھا اور اس طرح عبدالباقی کو عرفی کے حالات عرفی کے مربی اور اسکے عزیز ترین دوست عبدالرحیم خان خانان سے معلوم ہوئے تھے - مآثر رحیمی کی اس افادیت کے باوجود عرفی کی زندگی سے متعلق عبدالباقی کے بھی کچھ بیانات حقیقت سے دور ہیں اور ان پر آئندہ سطور میں بحث کی جائیگی - مآثر رحیمی کے حسب ذیل اقتباسات عرفی کے حالات زندگی کے ضمن میں نظر انداز نہیں کئے جا سکتے -[1]

مسند نشین ملک سخن طرازی ملا عرفی شیرازی - از غایت علو حسب و سمو نسب و اشتہار از مدحت مادحان و وصف واصفان مستغنی است . . . . شاعر بلند سخن و کامل صاحب فضل مخترع طرز تازہ ایست کہ امثال در میانہ مردم معتبر است و مستعدان و سخن سنجان و شناسان پسندیدہ و معقول دانستہ تتبع او می نمایند چنداں ابداع معانی غریبہ و مضامین عجیبہ و ابیات عارفانہ عاشقانہ کہ او کردہ ہیچکس نکردہ و

---

[1] مآثر رحیمی (مطبوعہ کلکتہ ۱۹۳۱ء) جلد سوم صفحات ۲۹۳ تا ۲۹۰ -

این علو شهرتے که او را بهم رسیده بهیچ یک از امثال و اقران او را بهم نرسیده و نخواهد رسید چه امثال و اقران که استادان و سخنوران ماضیه مثل خاقانی و انوری و سعدی و شیخ نظامی را در زمان حیات این اشتهار و قصیده و غزل و مثنوی نبوده. شهرت او بجائے رسیده بود که دیوان غزلیات و قصائد او را سخن سنجان و نکته دانان تعویذ وار بر بازوئے خود بسته شب و روز با خود همراه می داشتند و تمامی اشعار آبدارش در سفائن خواطر خاص و عام منقوش و مسطور چون در دار الافاضل شیراز بسن رشد و تمیز رسید و علم شاعری برافراشت با مولانا عرفی و سائر شعراء آن جا شاعری ها کرده مستعدان امتیاز تمام از دگر فقند و خود را در اقسام شعر یگانه و ممتاز می دانست . . . .

. . . و مستعدان این زمان بعضے از غایت رشک و بعضے به جهت صغر سن و خامی که طبیعتش بود این سخن ناملائم دانسته قبول این معنی از وی نکردند و در مجلس و محافل بکنایه و صریح اظهار طلب و یا بس که در کلامش بود می کردند قصد آن که مس دانش و طبیعت خود را به اکسیر اصلاح و تمیز این گلدسته بند گلشن معانی زر خالص ساز و احرام حریم آستانش که مطاف دانشوران هر فن است بسته بر آن سعادت استسعاد یافت در اثنائے راه بخدمت نواب غفران پناه رضوان جایگاه حکیم ابو الفتح گیلانی که مشاهیر اکابر زمان و عمده آیان روزگار بود رسید و قصائد غرا در مدح ایشان پرداخت و بدولت و تربیت و راه نمونی آن عالی جاه منظور نظر کیمیائے اثر این دانش پژوه گردیده در سلک زمره ماحان و مصاحبان و مجلسیان منتظم گردید و برانده که فرصتے بیمن تربیت شاگردی و مداحی این دانائے رموز انفس و آفاق پختگی تمام و ترقی مالا کلام در منظوماتش بهم رسید . . . . و نام اصلی این فرید زمان خود خواجه سیدی محمد است و شرح احوال خیر مآل ایشان مفصلاً از دیباچه که راقم بر کلمات حقیقت آیات این مالک ملک سخنوری نوشته ظاهر می شود . . . . و سبب عرفی تخلص نمودن این دانشور که چون پدرش بعضے اوقات دیوان حکام فارس به امر و زارت داروغه دار الافاضل شیراز مشغولی می نمود مناسبت شرعی و عرفی را منظور داشته عرفی تخلص کرد و چندان ابداع معانی نمود که مخزن گوش جهانیان را پر از لآلی شاهوار ساخت و اشعارش در میان فرق انام شهرت تمام یافته اهل عراق و فارس و خراسان و ترکستان و هندوستان و اقصائے بلاد عالم به شعریت و تازه گوئی و نادر سخنی او قائل گشتند و اشعار او را بر امثال و اقران او ترجیح نهادند و کوس یکتائی و بے مثلی در زمان خود بدولت مداحی این سخن شناس زد و از غایت علو فطرت و نهایت بلندی طبیعت . . .

کس را شاعری نمی دانستہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الحق ہیچ شاعرے را ایں رتبہ و منزلت و حالت در ملازمت بادشاہان زمان و اکابر دوران بہم نرسیدہ بود کہ او را بہم رسیدہ بود چنانکہ در ایام ملازمت کورنش و تسلیم بجا نمی آورد و بہر طرز و روشے کہ می خواست در مجالس می نشست و اہل عالم تعدیم او را قبول می نمودہ اند۔ و در اوائل شاعری دیوانے مشتمل بر بست و شش قصیدہ و دو بست و ہفتاد غزل و ہفت صد بیت قطعہ و رباعی ترتیب دادہ بود و ایں رباعی را در تاریخ آں فرمودہ ہے

ایں طرفہ نکات سحری و اعجازی چوں گشت مکمل بہ رقم پردازی

مجموعہ طراز قدس تاریخش یافت اوّل دیوان عرفی شیرازی

و عدد اعلٰی مصرع تاریخ را عدد قصیدہ کہ بست و شش است موافق یافتہ و عشرات را غزل کہ دو بست و ہفتاد غزل باشد و مآت را بہ ابیات قطعہ و رباعی کہ ہفت صد و ہفت بیت باشد مساوی پیدا کردہ[1] والحق در ایں فکر ید بیضا نمودہ و قبل از ترتیب ایں دیوان شش ہزار بیت از ابکار افکار ایشان از ایشان تلف شدہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بتاریخ شوال ۹۹۹ نہ صد و نود و نہ در لاہور جہان فانی را وداع نمودہ بعالم جاودانی شتافت و می گویند کہ ایں رباعی را در حالت نزع فرمودہ۔

عرفی دم نزع است و ہماں مستی تو آیا بچہ مایہ یار بستی تو!

فرداست کہ دوست نقد کونین بکف جویائے متاع است و تہی دستی تو

و مسودات اشعار خود را ہنگام نزع بہ کتاب خانۂ آں حضرت کہ مکتب خانۂ اہل عرفان است فرستاد کہ مرتب و مدون سازند ایں حقیقت شناس نیز بوصیت آں فارس مضمار سخنوری و فصاحت عمل نمودہ بجمع و ترتیب آں امر فرمود و در اندک زمانے از عالم پریشانی بہ شیرازہ جمعیت رسیدہ مشتمل بر چہاردہ ہزار بیت از قصائد و غزلیات و رباعیات و مقطعات و مثنوی بہ حسن سعی سراجا اصفہانی ترتیب یافتہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

باقی

---

[1] عبدالباقی کی عبارت کے مطابق ابیات قطعہ و رباعی کی تعداد سات سو بیس ہوتی ہے لیکن عدد مآت مصرع (یعنی م ۴۰ ذ ش = ۳۰۰ اور س ۶۰ = ۲۰۰) سے ان اشعار کی تعداد سات سو نکلتی ہے نہ کہ سات سو بیس۔